بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖۚ الْوَصِيَّةُ
لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝١٨٠ فَمَنْ بَدَّلَهٗ
بَعْدَمَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝١٨١
(سورہ البقرہ)

وصیت نامہ

حضرت آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی

ترتیب و پیشکش

ڈاکٹر ملک افتخار حسین اعوان

جامع علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ زاہد کالونی سرگودہا

باسمہٖ سبحانہٗ

نوٹ: یہ وصیت نامہ پہلی بار 1965 میں لکھا گیا تھا۔ جس میں کئی بار ردّ و بدل ہوا اور آج آخری بار ترمیم و تنسیخ اور اصلاح کی کٹھالیوں سے نکل کر معرضِ وجود میں آ رہا ہے۔

۲۲ دسمبر ۱۹۸۶ء ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ پھر آخری تکمیل

۲۱ مئی ۱۹۸۸ء ۴ شوال ۱۴۰۸ھ بروز ہفتہ کو ہوئی۔

بعد ازاں بھی وقتاً فوقتاً اس پر نظرِ ثانی و ثالث و رابع کی گئی ہے۔ بالآخر آج آخری بار ۲ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ بمطابق ۶ جولائی ۲۰۰۸ء کو صاف کر کے اسے لکھ دیا گیا ہے۔ واللہ الموفق

احقر محمد حسین نجفی

۶ جولائی ۲۰۰۸ء

وصیّت نامہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

امابعد: منکہ احقر محمد حسین النجفی آف جہانیاں شاہ حال وارد سرگودہا میں علم وعمل کے جس مقام پر فائز ہوں یہ سب کچھ سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کے طفیل خالق کائنات کے خصوصی فضل وکرم اور والدین شریفین کی مخلصانہ دعاؤں اور اساتذہ کرام کی مشفقانہ توجہ والتفات کا نتیجہ وثمر ہے ورنہ من آنم کہ من دانم

بہر حال قرآن وحدیث کے نصوص صحیحہ وصریحہ سے ثابت ہے کہ وصیت کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ ارشاد قدرت ہے:۔

كُتِبَ عَلَيۡكُمۡ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ اِنۡ تَرَكَ خَيۡرَا ۖۚ اۨلۡوَصِيَّةُ لِلۡوَالِدَيۡنِ وَالۡاَقۡرَبِيۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِۚ حَقًّا عَلَى الۡمُتَّقِيۡنَؕ﴿۱۸۰﴾

اور جناب رسولِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لا یبیتّن احد کم الا و وصیتہٗ تحت وسادتہٖ

نیز فرمایا:۔

شر موتاکم الذین یموتون بغیر وصیّۃٍ (وسائل الشیعہ)

اس لیے خدا ورسولؐ کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے میں نے یہ وصیت نامہ تحریر کیا ہے تاکہ حق وحقیقت کا اظہار بھی ہو جائے اور موت کے بعد ورثہ میں کسی قسم کا کوئی اختلاف ونزاع بھی رونما نہ ہو۔ نیز ہر ناظر وخبیر اس سے استفادہ بھی کر سکے۔

۱۔ عقائدِ حقّہ کا اظہار

جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اُس مین ہر شخص نے دین مبین کو موم کی ناک بنایا ہوا ہے۔ اور اپنے ذاتی خیالات وقیاسات اور اپنی ذاتی پسند وناپسند کو دین بنا رکھا ہے۔ حالانکہ دین میں ذاتی رائے وقیاس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اصولِ عقائد میں چونکہ علم ویقین کی ضرورت ہے اور وہ صرف آیاتِ محکمات یا روایات متواترات (یا کم از کم اخبار صحیحہ وصریحہ) سے حاصل ہوتا ہے۔

لہٰذا ان چیزوں کے سوا کسی چیز پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں البتہ فروعِ دین میں تین چیزوں پر اعتماد کرنا روا ہے۔

۱۔ ذاتی اجتہاد واستنباط (جو قرآن اور سرکار محمدؐ وآلِ محمد علیہم السّلام کے فرمان پر مبنی ہو)۔

۲۔ جامع الشرائط یعنی صحیح العقیدہ والعمل مجتہد ومستنبط کی تقلید۔

۳۔ عمل براحتیاط

میں نے بفضلہٖ تعالیٰ سالہا سال کی محنت شاقہ اور قرآن وحدیث کے بحر بے کنار میں غواصی کر کے اصولِ عقائد اور فروع دین سے متعلق جو کچھ جواہر آبدار اور لئالئی تابدار حاصل کئے ہیں اُن کی تفصیل میں نے تفسیر قرآن، وسائل الشیعہ، احسن الفوائد، اصول الشریعہ اور قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ وغیرہ وغیرہ میں درج کر دی ہے۔ یہاں چند امور صرف بطور لب لباب عرض کئے جاتے ہیں۔

۱۔ **عقیدۂ توحید** (اصول اسلام وایمان پانچ ہیں)

اشھد ان لا الہ الا اللہ الواحد الاحد الصمد القہار العادل القادر العالم السمیع البصیر الجبار الذی لم یزل

سبحانًا علی جمیع الاحوال۔ وجودہ قبل القبل فی ازل الازال و بقائہ بعد البعدین من غیر زوال ولا انتقال لا جور فی قضیۃ ولا میل فی مشیتہ ولا ظلم فی تقدیرہ ولا مھرب من حکومتہ الذی سبقت رحمۃ غضبہ ازاح العلل فی التکلیف وسوی التوفیق بین الضعیف والشریف ولیس لہ ندّ ولا شریك ولا شبیھہ ولا نظیر:

خلاصہ یہ ہے کہ خدا ہے اور وہ ایسا ہے کہ اُس جیسا کوئی اور نہیں ہے۔

ہر قسم کے شرک کی نفی: وہ واحد و یکتا ہے۔ اس کی ذات، صفات، افعال اور عبادات میں کوئی اُس کا شریک نہیں ہے۔

ع یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

شرک نا قابل معافی جرم ہے۔ارشاد قدرت ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَكَ بِہٖ وَیَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ یَّشَآءُ

ساری کائنات اُس کے قبضہ قدرت میں ہے

کل یوم ھو فی شان

وہ قادر مطلق ہے۔ یَمۡحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثۡبِتُ ۚۖ وَعِنۡدَہٗۤ اُمُّ الۡکِتٰبِ ﴿۳۹﴾

۲۔ عقیدۂ عدالت باری تعالیٰ

خداوند عالم عادل ہے۔جو کچھ کرتا ہے وہ عدل و انصاف سے کرتا ہے۔ جس حال میں رکھے اسی میں بندہ کی بہتری ہوتی ہے۔وہ ظالموں پر لعنت کرتا ہے۔ہر قسم کی تفویض (آلی و استقلالی) باطل ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔یعنی اس نے نظام کائنات کسی برگزیدہ مخلوق کے سپرد نہیں کیا۔اس کے سوا

کوئی خالق و رازق اور محی و ممیت، علیٰ کل شیءٍ قدیر اور حقیقی مشکل کشاء نہیں ہے۔ وہ بے مثل و بے مثال ہے۔ اور وہ ایسا عادل ہے کہ اس کی ساحتِ قدس میں کسی قسم کے ظلم و جور کا گزر نہیں ہے۔ وہ جسم و جسمانیات سے مبرّا و منزّہ ہے۔ نہ دُنیا میں نظر آتا ہے نہ آخرت میں نظر آئے گا۔ عالم الغیب و الشہادۃ اور علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے وہ علمی و احاطی طور پر ہر جگہ حاضر و ناظر اور موجود ہے۔ مگر جسمانی طور پر کہیں بھی موجود نہیں ہے۔

الغرض اس سلسلہ میں سورۂ توحید کا سمجھ لینا اور اُس کے مطابق عقیدہ رکھنا نجات کے لئے کافی ہے۔ سبحان من ھو ھکذا ولا ھکذا غیرہ

۳۔ عقیدۂ نبوّت عامہ و خاصہ

جسم و جسمانیت، مشابہت خلق اور مجانستِ مخلوق سے منزّہ و مبّرا خالق و مالک نے اپنی ذاتِ ذوالجلال کا تعارف کرانے، بندہ کو راہِ راست کی ہدایت فرمانے، انہیں جاگیر جنت دلوانے اور آتشِ دوذخ سے بچانے کے لئے (بنا بر مشہور و منصور) ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبرؑ بھیجے۔ جن میں ۳۱۳ رسول تھے اور باقی صرف نبی اور پانچ اولی العزم تھے۔ یہ ذوات مقدسہ تخلیق کائنات اور قدرتِ قادرِ مطلق کا شاہکار ہیں۔

دوسرے گوناگوں صفات و کمالات کے علاوہ وہ خصوصی طور پر تین اوصاف جلیلہ و جمیلہ کے حامل ہوتے ہیں۔

۱۔ ہر قسم کے گناہ و عصیان سے معصوم

۲۔ عالم علم لدنّی

۳۔ بہادر اور دلیر

ان کی عصمت اختیاری ہوتی ہے نہ کہ اضطراری یعنی گناہ و عصیان پر

قدرت رکھنے کے باوجود وہ بتوفیق الٰہی باختیارِ خود گناہ وعصیان کا ارتکاب نہیں کرتے ۔ خدائے حکیم ہر نبی کو اُس کی اُمت اور مقتضیاتِ زمانہ کے مطابق علم عطا کرتا ہے تاکہ سائلوں کے سوالات کا جواب دے سکیں اور حقائق شریعت بیان کر سکیں ۔ خلاصہ یہ کہ وہ اتنا جانتے ہیں جتنا خدا جنواتا اور بتاتا ہے ۔ وہ بعض مغیبات پر خدا کے آگاہ کرنے سے آگاہ ضرور ہوتے ہیں مگر ان کو عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا ۔ وہ جری وجسور اور بہادر و دلیر ہوتے ہیں ۔ نہ میدان وغا سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں اور نہ ہی لوگوں سے ڈر کر حق وحقیقت کو چھپاتے ہیں ۔ ہمارا نبی تمام انبیاء سے افضل اور خاتم الانبیاء ہیں ۔ ان سب انبیاء و مرسلین سے افضل و اشرف اور اعلیٰ و اکمل ہمارے رسولِ خدا محمد مصطفٰےؐ احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں ۔ جن کی ذات والا صفات پر خدائے حکیم نے سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا ۔

جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ

اب صبح قیامت کے طلوع ہونے تک خدا کی طرف سے کوئی نیا نبی و رسول (خواہ ظلی ہو خواہ بروزی) نہیں آئے گا ۔ اگر متنبیٔ پنجاب کی طرح کوئی دعویٰ کرے گا تو وہ شیطان کا نمائندہ ہوگا رب رحمٰن کا نبی و رسول نہیں ہوگا ۔ ان کے دین کا حلال قیامت تک حلال اور اُن کے دین کا حرام قیامت تک حرام متصور ہوگا ۔ کیونکہ اسلام کے بعد کوئی دین نہیں ہے، نبی خاتمؐ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہے، مسلمانوں کے سوا کوئی اُمت نہیں ہے اور قرآن کے بعد اور کوئی الہامی و ربانی کتاب نہیں ہے ۔ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲

۴۔ عقیدۂ امامت و خلافت

خالق حکیم نے مخصوص مصالح اور حکم کے پیش نظر سرکارِ خاتمؐ الانبیاء پر سلسلہ نبوّت و رسالت کو ختم کر دیا۔ تو قیامِ قیامت تک اب لوگوں کی رشد و ہدایت اور دین کی بقا اور عالم کے دوام کو وجود حجت و امام کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ چنانچہ اس علیم و حکیم خدا نے ہمارے نبی خاتمؐ کو بارہ اوصیاء و خلفاء اور جانشین عطا فرمائے جو سب کے سب معصوم عن الخطا تھے، عالم علم لدنیؑ اور بہادر و دلیر تھے۔ یعنی اوصافِ انبیاء کے وارث و حامل تھے۔ ان حضراتؑ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

سب سے پہلے سید الاوصیاء والاولیاء حضرت علی علیہ السّلام اور گیارہ ائمہ اُن کی ذریتِ طاہرہ میں سے ہیں۔ یعنی حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ، حضرت امام علیؑ بن الحسینؑ زین العابدین، حضرت امام محمد باقرؑ، حضرت امام جعفر صادقؑ، حضرت امام موسیٰ کاظمؑ، حضرت امام علی رضاؑ، حضرت امام محمد تقیؑ، حضرت امام علی نقیؑ، حضرت امام حسن عسکریؑ اور حضرت امام م ح م د مہدیؑ و ہادی و منتظر عجل اللہ فرجہٗ الشریف۔ ان میں سے گیارہ اُمت کے ظلم و جور کا نشانہ بن کر اور زہر جفا یا شمشیر وغا سے جامِ شہادت نوش فرما کر اور موت کا ذائقہ چکھ کر دارِ فانی سے دار جاودانی کی طرف انتقال فرما چکے ہیں۔ اور بارہویں اقلیم امامت کے تاجدار حکم پروردگار کے تحت غائب عن الابصار ہیں۔ اور قیامِ قیامت سے پہلے باذن اللہ ظہور موفور السرور فرما کر دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ پہلے ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی (عجل اللہ فرجہ وسھل مخرجہ)۔ ہمارا ایمانی فریضہ ہے کہ سرکار صاحب العصرؑ کی سلامتی وجود اور تعجیل ظہور کے لئے صدقہ دیں اور بکثرت دُعا کریں۔ کیونکہ

ان کے جلدی ظہور کے ساتھ ہی ہماری کشائش کا روابستہ ہے۔

(کما ورد فی الاخبار والاثار)

۵۔ عقیدۂ قیامت

عقیدۂ قیامت کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے کہ جس میں عادل حقیقی عدل وانصاف فرمائے گا یعنی زندوں کو مارے گا اور پھر تمام اولین و آخرین کو دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں جمع فرمائے گا اور پھر سب کا حساب وکتاب لے گا۔ تاکہ خداوند عالم کے مقرر کردہ نظام اسلام کی پابندی اور اُس کے مقرر کردہ نبیوں، رسولوں اور اُن کے صحیح جانشینوں کی اطاعت کرنے والوں کے لیے جزاء اور مخالفت کرنے والوں کے لئے سزا کا انتظام و اہتمام اشد ضروری ہے۔ تاکہ مطیع و فرمانبردار اور عاصی و نافرمان کے درمیان امتیاز کیا جاسکے۔ اسی جزا اور سزا والے دن کو قیامت کا دن کہتے ہیں۔

۶۔ دین اسلام

خداوند عظیم و حکیم نے اپنی مخلوق کی دینی و دنیوی فوز و فلاح اور اُنکی بہتری و برتری کے لئے مختلف ادیان و شرائع مقرر فرمائے۔ اُس کا آخری کامل و اکمل دین، دین اسلام ہے جو کہ فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے " اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ " انسان کی انفرادی و اجتماعی، تہذیبی و تمدنی اور دینی و دنیوی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جس کے متعلق دین اسلام کے اندر جامع ہدایات موجود نہ ہوں۔

الغرض دین اسلام کی موجودگی میں معیشت ہو یا سیاست اس کے باہر سے درآمد کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ اسلام ہر اعتبار سے خود کفیل دین ہے۔

۷ ۔ مذہب شیعہ خیر البریہ

اگرچہ اسلام نے زیادہ زور اتحاد و اتفاق پر دیا ہے (اور اسے اسلام اور مسلمانوں کی ترقی اور فوز و فلاح کا ضامن قرار دیا ہے) اور سب سے زیادہ شدت کے ساتھ انتشار و خلفشار اور فتنہ و فساد سے روکا ہے۔ اور اسے تنزّل و اِدبار کا موجب قرار دیا ہے۔ مگر بدقسمتی سے امت مسلمہ تفرقہ بازی کا شکار ہوگئی اور مختلف فِرق و مسالک میں بٹ گئی۔ جو صحیح وارثانِ قرآن کے دامن کو چھوڑنے کا قدرتی نتیجہ ہے۔

بہرحال یہ حقیقت ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ اسلام کے تمام فرقوں میں سے جو ناجی فرقہ اور برحق فرقہ ہے وہ صرف شیعہ خیر البریہ ہے۔

کما قال النبیؐ

"یا علی انت و شیعتك هم الفائزون یوم القیامة"

(حدیثِ نبوی متفق بین الفریقین)

اور یہی مذہب شیعہ اسلام کی حقیقی تفسیر و تعبیر ہے۔ والحمد للہ

۸ ۔ دین اسلام کے مآخذ و مدارک

احکامِ اسلام معلوم کرنے کے حقیقی مآخذ و مدارک صرف دو ہیں۔ ایک قرآن ہے اور دوسرا حدیثِ معصومینؑ۔ دین میں قیاس اور ذاتی رائے کا کوئی مقام نہیں ہے۔ مگر افسوس کہ لوگوں نے اپنے خود ساختہ پیشواؤں کے اقوال و آراء کو قرآن اور حدیث پر بھی مقدّم کر دیا ہے جس کا کوئی عقلی و شرعی جواز نہیں ہے۔ اور مسلمانوں کے اِدبار و تنزّل کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ انہوں نے قرآن و حدیث کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

"واتخذوا احبارهم و رهبانهم اربابًا من دون الله"

حالانکہ نجات کا دارومدار قرآن اور معصومؑ کے فرمان پر عمل کرنے میں پوشیدہ ہے۔

ے زبان سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل؟
بنایا ہے بتِ پندار کو اپنا خدا تو نے

۹۔ اصولی و اخباری کی بحث

میں نے اصولی و اخباری کی بحثوں کو بغور پڑھا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ بحثیں زیادہ تر نزاعِ لفظی کے زمرہ میں داخل ہیں۔ غالباً اس بات پر ہر دو فریق کا اتفاق ہے کہ احکام شریعت معلوم کرنے اور ان پر عمل درآمد کرنے کا سلسلہ میں لوگوں کی دو اقسام ہیں۔ ان کا نام خواہ مجتہد و مقلّد رکھا جائے اور خواہ مبصّر و مستبصر یا عالم و متعلم اور خواہ فقیہہ و متفقہ۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اصلی مآخذ و مدرکِ احکام قرآن و سنت ہے اور اجماع (بشمول قولِ معصومؑ) یا عقل سلیم یہ قرآن و سنت کے احکام و تعلیمات معلوم کرنے کے فقط ذرائع ہیں مدارکِ احکام نہیں ہیں۔

۱۰۔ رسم و رواج

دین سازی کا محکمہ صرف خدا کے قبضہ قدرت میں ہے جو کہ مالک یوم دین ہے۔ اُس نے یہ محکمہ اور تو اور نبیوں اور اماموں کے حوالے بھی نہیں کیا اور نہ ہی کسی کو دین سازی کا اجازت دی ہے۔ خداوند عالم اپنے نبیِ خاتمؑ کے متعلق فرماتا ہے:۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴

نیز فرمایا:۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝۴۴ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝۴۵ ثُمَّ

لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ ﴿۴۶﴾

خلاصہ یہ ہے کہ دین بنانا خدا کا کام ہے اس کے بنائے ہوئے دین کو مخلوق تک پہنچانا نبی و رسول کا کام ہے اور خدا کے بنائے ہوئے نبیؐ کے پہنچائے ہوئے، دین کی نشر و اشاعت اور مشکل وقت آنے پر اپنا تن من دھن قربان کر کے اس کو بچانا اور اسے زندۂ جاوید بنانا امام کا کام ہے ۔ مگر افسوس کہ لوگوں نے احکام اسلام کو نظر انداز کر کے اپنے آباؤ اجداد کے رسوم و رواج کو مقدم سمجھ رکھا ہے ۔ وہ دین تو چھوڑ سکتے ہیں مگر اپنے رسم و رواج کو نہیں چھوڑ سکتے ۔ عوام تو پھر بھی عوام ہیں مگر یہاں تو خواص بھی اس حوض میں ننگے نظر آتے ہیں ۔

؎ خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

حالانکہ

؎ ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزاء ایماں ہو گئیں

یہ رسمیں ولادت سے وفات تک زندگی کے ہر شعبے میں جاری و ساری ہیں ۔ جن کا تفصیلی تذکرہ میں نے اپنی کتاب اصلاح الرسوم میں کر دیا ہے ۔ اس کے مطابق عمل درآمد کرنا لازم ہے ۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ حقیقی اسلام کیا ہے؟ اور رسوم و رواج کی قید میں جکڑا ہوا اسلام کیا ہے؟

لہٰذا میری تجہیز و تکفین اور تدفین اس کتاب نیز قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ میں بیان کردہ حقائق و احکام شرع کے مطابق عمل میں لائی جائے اور خود ساختہ رسموں اور رواجوں سے مکمل اجتناب کیا جائے ۔ کیونکہ نجات اصلی

اور حقیقی اسلام کی تعلیمات پر عمل درآمد کرنے میں مضمر ہے نہ کہ رسمی اسلام پر عمل کرنے میں۔ اور ظاہر ہے کہ اصلی اسلام قرآن اور سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کے فرمان سے معلوم ہوتا ہے نہ کہ رسم و رواج سے اور نہ ہی ذاتی خیالات و قیاسات سے۔ (واللہ الموفق)

۱۱۔ افراط و تفریط سے اجتناب کا بیان

چونکہ عقیدۂ امامت میں ہی لوگوں سے زیادہ افراط و تفریط ہوئی ہے۔ ارشاداتِ معصومینؑ کی روشنی میں افراط و تفریط دونوں باعث ہلاکت ہیں اور نجات درمیانہ روی میں مضمر ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ افراط و تفریط کے اجمالی تذکرے کے ساتھ ساتھ میانہ روی کا بھی اجمالی بیان کر دیا جائے۔ افراط کنندگان میں سے بعض نے تو ان ذوات مقدسہ کو خدا کی جگہ خدا قرار دے دیا اور بعض نے خدائی صفات (قِدَم و قدرت اور خلق و رزق وغیرہ میں) خدا کا شریک قرار دے دیا۔ اور بعض تفریط کنندگان نے ان کو ہر لحاظ سے اپنے جیسا (گناہ گار و خطا کار اور بعض مسائل سے جاہل و ساہل انسان) قرار دے دیا۔

حالانکہ نہ وہ افراط درست ہے اور نہ یہ تفریط صحیح ہے۔ والامر بین الامرین۔ جناب امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں: ۔

سیہلك فی اثنان ولا ذنب لی محب غال و مبغض قال علیکم بالنمط الوسطی

میرے متعلق دو قسم کے لوگ برباد ہو جائیں گے حالانکہ میرا کوئی قصور نہیں۔ ایک حس سے بڑھانے والا نام نہاد دوست۔ دوسرا مجھے میرے مقام سے گھٹانے والا دشمن (نہج البلاغہ)

اس لئے اس نازک مرحلہ پر درمیانہ روی لازم ہے اور وہ یہ ہے:۔

۱۔ یہ ذوات مقدسہ خدا یا خدائی صفات و کمالات میں اس کے شریک نہیں ہیں۔

۲۔ یہ نبی و رسول بھی نہیں ہیں۔

۳۔ یہ خالق و رازق، محی و ممیت اور عالم الغیب نہیں ہیں۔

۴۔ یہ خالق و مخلوق کے درمیان وسیلہ ہیں اور اس وسیلہ کا صاف و سہل اور صحیح و صریح مطلب یہ ہے کہ دعا و استدعا میں خطاب خالقِ اکبر کو کیا جائے اور واسطہ و وسیلہ ان حضرات والا درجات کا دیا جائے۔(جیسے یا اللہ بجاہِ، یا بحق نبیؐ و آل نبیؐ میرا فلاں کام کر)

۵۔ یہ سرکار ختمی مرتبتؐ کے بعد تمام خلائق سے اشرف ہیں اور نوعِ انسانی کے افضل و اعلیٰ افراد ہیں۔

۶۔ امامت نصّی ہے، اجماعی یا شورائی وغیرہ نہیں ہے۔ یہ ذواتِ مقدسہ منصوص من اللہ والرسول ہیں۔

۷۔ یہ معصوم ہستیاں ہیں۔ ان کا ہر قول و فعل ہر قسم کی خطا و لغزش سے منزہ وہ مبرّا ہے۔

۸۔ ہر امر میں ان کی اطاعت و اتباع لازم و واجب ہے اور ان کی خلاف ورزی حرام ہے۔

۹۔ ان کی محبت و مودت فرض ہے جس کا نام تولاّ ہے اور ان کے دشمنوں سے نفرت واجب ہے جس کا نام تبرّا ہے۔

۱۰۔ دین و دنیا میں ان کی شفاعت برحق ہے صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ مگر یاد رہے کہ اسلامی شفاعت اور عیسوی کفارہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ان تمام عقائد حقہ کی تفصیلات میری کتاب احسن الفوائد اور اصول الشریعہ میں

موجود ہیں اور فروع دینی کی تفصیلات قوانین الشریعہ میں مذکور ہیں۔
لہٰذا میں اپنی قوم کے افراد کو بالعموم اور اپنی اولاد احفاد کو بالخصوص دین کے اصول و فروع میں ان کتابوں کی طرف رجوع کرنے کی وصیت کرتا ہوں بلکہ حکم دیتا ہوں کہ وہ عقیدہ رکھیں تو ان کے مطابق اور عمل کریں تو ان کے موافق انشاء اللہ

۱۲۔ عقیدہ تفویض باطل ہے

موجودہ دور میں اغواء شیطان اور غلط روش روضہ خوانان کی وجہ سے تفویض کا عقیدہ باطلہ بہت عام ہے۔ اور شیعہ کہلانے والوں میں اکثریت شیخیہ کی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ خلق و رزق اور موت و حیات کا محکمہ خدا نے سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السّلام کے حوالے کر دیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ ذوات مقدسہ ان امور میں بمنزلہ آلاتِ خداوندی ہیں۔ وہ ان کے ساتھ پیدا کرتا ہے اور ان کے ساتھ رزق دیتا ہے۔ اور کوئی کہتا ہے کہ رزق خدا دیتا ہے مگر تقسیم یہ کرتے ہیں۔ یہ سب عقائد باطل ہیں اور ان کا معتقد مشرک ہے۔ وَاِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ حق اللہ و حق الناس اور جس نجات کا دارومدار ہے کا بیان

دین اسلام کے چونکہ دو شعبے ہیں، اصول اور فروع۔ فروع کے پھر دو شعبے ہیں، حق اللہ اور حق العباد۔ اگرچہ عقائد حقہ رکھنے کے ساتھ ساتھ حق اللہ و حق الناس دونوں کی ادائیگی لازم ہے۔ کیونکہ اسلام نے دین و دنیا کی کامیابی و کامرانی کا دارومدار ایمان (عقیدہ) اور عمل صالح (حق اللہ اور حق الناس کی ادائیگی) پر قرار دیا ہے۔ "اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾

بایں ہمہ اسلام نے جس قدر اہمیت حق الناس کو دی ہے وہ حق اللہ کو نہیں دی۔ اس لئے مقام عمل واطاعت میں حق الناس کو اوّلی حیثیت دینی چاہیئے۔ ویسے بھی کئی احادیث میں وارد ہے کہ کسی آدمی کی آدمیت اور کسی انسان کی انسانیت کا راز اس کے حسن معاملات سے کھلتا ہے نہ رکوع وسجود کی طوالت سے۔ جناب امیر المومنینؑ نے ضربت لگنے کے بعد اپنے اعزاء واقارب اور متعلقین کو جو عظیم القدر وصیّت فرمائی تھی اس میں ہمارے متعلقہ موضوع کے بارے میں فرماتے ہیں "عاشرو الناس عشرۃ اذا غبتم حنّوا الیکم واذا متم بکوا علیکم" (نہج البلاغہ) یعنی لوگوں کے ساتھ اس طرح تعلقات خوشگوار بناؤ کہ اگر کہیں (سفر وغیرہ میں) چلے جاؤ تو لوگوں کے دل تمہاری طرف کھینچتے ہوئے (اور تمہارا انتظار کرتے ہوئے) نظر آئیں۔ اور اگر بقضائے الٰہی مرجاؤ تو وہ تمہارے غم میں روتے ہوئے نظر آئیں۔ ولنعم ما قیل

یادداری کہ وقت زادنِ تو
ہمہ خنداں بوند وتو گریاں
آنچناں زی کہ وقتِ مردنِ تو
ہمہ گریاں بوند وتو خنداں

۱۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وجوب اور اس کی اہمیت کا تذکرہ

بہرحال فروع دین کے تمام واجبات میں سے زیادہ اہم واجب امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے۔ گویا یہ اسلام وایمان کی چکی کا قطب ہے اور اسی پر دنیا وآخرت کی اصلاح موقوف ہے۔

۱۵ ۔ مدارسِ دینیہ کا قیام

ہر دور میں بالعموم اور اس مادّیت زدہ دور میں بالخصوص صحیح مدارسِ دینیہ کا قیام و دوام اشد ضروری ہے ۔ جن میں آلی و مقدماتی علوم (از قسم صرف و نحو اور ادب وغیرہ) کے علاوہ تمام اسلامی علوم (از قسم تفسیر و حدیث و فقہ اور اخلاق وغیرہ) پڑھائے جائیں ۔ بلکہ موجودہ دور کے تقاضوں کے پیش نظر دینی مدارس میں دنیوی علوم جدیدہ کی تعلیم و تدریس کا انتظام بھی کرنا چاہئیے تاکہ ہمارے دینی مدارس سے فارغ التحصیل اہل علم حضرات دینی و دنیوی علوم وفنون سے آگاہ ہوں تاکہ شاہراہ ترقی پر تیزی سے گامزن ہوسکیں اور اقوام عالم کے ساتھ شانہ بشانہ مل کر چل سکیں ۔

مزید برآں موجودہ دور کا تقاضا ہے کہ مدارس دینیہ میں کچھ ٹیکنیکل چیزوں کی تعلیم بھی دینی چاہئیے (جسے طب وحکمت اور کوئی صنعت و حرفت جیسے کمپیوٹر وغیرہ کی تعلیم) تاکہ فارغ ہونے والے قوم پر بوجھ نہ بنیں بلکہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوکر اور فکر معاش سے بے فکر ہوکر قوم و مذہب کی بے لوث خدمت کر سکیں ۔ اور اگر کسی انجمن یا ادارہ سے کچھ مالی معاوضہ وصول کریں تو وہ بطور استرزاق (گزارہ الاؤنس) وصول کریں ۔ دینی خدمت کا معاوضہ بطور اجرت نہ لیں اور نہ ہی قوم کے دست نگر ہوکر رہیں ۔ کیونکہ

ع پائی میں نے استغناء میں معراج مسلمانی

۱۶ ۔ سلطان المدارس الاسلامیہ اور جامعہ علمیہ عقیلۂ بنی ہاشم کی تشکیل کا تذکرہ

سنہ ۱۹۶۰ء میں حوزہ علمیہ نجف اشرف سے فراغت اور اجتہاد کی سند لے کر جب پاکستان آیا تو دارالعلوم محمدیہ سرگودھا کی پرنسپلی پیش کی گئی جس پر گیارہ سال

تک فائز رہا اور درس و تدریس اور تقریر و تحریر کا سلسلہ جاری و ساری رہا۔ اس کے بعد بوجوہ اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور بالآخر ۱۹۷۸ء میں سرگودہا شہر میں ایک بہت بڑا دینی مدرسہ جامعہ علمیہ قائم کیا ہے جس کا نام "سلطان المدارس الاسلامیہ" ہے جو زاہد کالونی جو جوہر کالونی کے عقب میں واقع ہے۔ جس کے لئے ساڑھے ۲۲ کنال رقبہ جناب راجہ ممتاز علی خان سلطان مرحوم نے وقف کیا۔ کافی عمارت بن چکی ہے باقی زیر تعمیر ہے۔

دُعا ہے کہ خداوند عالم مجھے اس کی تکمیل کی جلد توفیق دے۔ میری خواہش ہے کہ اس میں علوم جدیدہ و قدیمہ کے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ ٹیکنیکل کام کا بھی اہتمام کیا جائے۔ فی الحال ابتدائی کلاسوں کا اجراء ہو چکا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مدرسہ ضرور منازلِ ترقی طے کرے گا انشاء اللہ۔ میں نے اس کے قواعد و ضوابط مرتب کر کے چھپوا دیے ہیں۔

اس کی زمام کار ہمیشہ متشرع و متورع شیعہ عالم دین کے ہاتھ میں ہوگی۔ یہ بات تجربے و مشاہدے سے ثابت ہے کہ جب تک کسی دینی مدرسہ کی باگ ڈور کسی ذمہ دار اہل علم کے ہاتھ میں نہ ہو اس وقت تک وہ مدرسہ کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔ بے شک دوسرے حضرات کے مفید مشوروں سے استفادہ کرنا چاہیئے مگر زمام کار اہل علم کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے۔

میری خواہش ہے کہ میرے بعد بھی یہ مدرسہ صبح قیامت تک علوم محمدؐ و آلِ محمد علیہم السّلام کا گہوارہ بن کر حق کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں نمایاں کام کرتا رہے۔ تمام اہل ایمان پر بالعموم اور میرے ورثاء پر بالخصوص اس کی بقا کا اہتمام لازم ہے تا کہ یہ شمع ہمیشہ فروزاں رہے۔ نیز کوشش کی جائے کہ شریف اور نجیب خاندانوں کے ذہین و فطین اور شریف چشم و چراغوں کو داخل کیا جائے

اور ان کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ مبذول و مرکوز کی جائے تا کہ آج کے نونہال اور قوم کا قیمتی سرمایہ کل کے نہ صرف اچھے معمار اور معاشرہ کے اچھے افراد بن کر نکلیں بلکہ عصر آفرین اور شخصیت ساز بن کر اُبھریں۔ قوم و ملت کی امنگوں پر پورا اتریں اور اپنے قول و فعل سے دین حق کے بے لوث مبلغ و ناشر بن کر آسمانِ علم پر مہر و ماہ کی طرح چمکیں تا کہ اس جامعہ علمیہ کے قیام کا صحیح مقصد حاصل ہو جسے خون جگر سے سینچا گیا ہے۔ واللہ من وراء القصد

نیز اسی جامعہ کے اندر ایک کنارے پر چار کنال پر مشتمل ایک جامعہ علمیہ دختران ملت کی تعلیم و تربیت کے لئے بنام "جامعہ علمیہ عقیلہ بنی ہاشم" مکمل ہو چکا ہے۔ مگر اس کا افتتاح نہیں کیا کیونکہ میں نے مولانا ظہور حسین خان کے جامعۃ الزہرا کو ترجیح دی ہے جو شہر کے اندر ہے لیکن عند الضرورت اس کا اجراء کیا جا سکتا ہے۔

۱۷۔ مکتبہ السبطین کا تذکرہ

کتب خانوں کی اہمیت و افادیت کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے۔ مسلمانوں نے کتابوں کو جمع آوری اور ان کی حفاظت و حراست کا ہمیشہ بڑا اہتمام کی ہے۔ میں نے بھی تحصیل علم کے ابتدائی دنوں سے لے کر آج تک برابر ہر فن اور ہر زبان کی نادر و نفیس و نایاب کتابوں کو بڑی دلچسپی اور جگر کاری کے ساتھ جمع کیا ہے۔ خصوصاً نجف اشرف کے ہفت سالہ قیام کے دوران بڑی بڑی عمدہ مخطوط مطبوع کتابوں کا کم نظیر ذخیرہ جمع کرنے کا زرّیں موقع ملا اور اس سے میں نے بھر پور استفادہ کیا ہے۔

چنانچہ میری زندگی بھر کی محنت شاقہ کا یہ قیمتی سرمایہ جو مختلف علوم و فنون کی ہزاروں کتابوں پر مشتمل ہے۔ میں نے باہتمام جامعہ علمیہ سلطان المدارس

الاسلامیہ میں منتقل کر دیا ہے اور اس مکتبہ (لائبریری) کا نام اپنے اکلوتے ناشاد مرحوم بیٹے محمد سبطین کے نام پر "مکتبہ سبطین" رکھا ہے۔

اس مکتبہ کی ان عظیم کتابوں کی حفاظت کا مکمل اہتمام کیا جائے اور وقت فوقتاً نادر و نفیس کتابوں کا اضافہ کیا جائے۔ خواہ بصورت عطیہ و ہدیہ ہو اور خواہ بشکل خرید۔ اس مکتبہ کے لئے مدرسہ کی عمارت کے نقشہ میں ایک بہت بڑی لائبریری کی تعمیر شامل ہے جس کی بنیادیں بھی جا چکی ہیں۔ اس میں الماریوں کے اندر کتابوں کو رکھا جائے اور عمومی افادہ کے لئے اوقاتِ مطالعہ مقرر کئے جائیں تا کہ عام مطالعہ کنندگان کے علامہ محققین اور مؤلفین ان سے استفادہ کر سکیں اور مدرسہ سے باہر کتابیں عاریۃً دینے سے حتی الامکان مکمل اجتناب کیا جائے اور اگر ہو سکے تو بیرون شہر سے آنے والے اربابِ ذوق وشوق کے لئے مدرسہ کی جانب سے خورد و نوش اور رہائش کی سہولت مہیا کی جائے تا کہ وہ دل جمی سے استفادہ کر سکیں۔

یہ کتب خانہ مدرسہ کے لئے وقف کر دیا گیا ہے جسے نہ فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ہبہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ الوقف لا یملکہ......

۱۸۔ عزادارِی سید الشہداء علیہ السلام

عزادارِی سیّد الشہداءؑ اگر صحیح طریقہ پر منائی جائے تو یہ دین و مذہب کی نشر و اشاعت اور اسلامی حقائق و معارف کے پھیلانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہ مجالس چلتا پھرتا مدرسہ ہیں جن میں ہر مکتب فکر، ہر عمر، ہر صنف اور ہر شعبہ حیات سے تعلق رکھنے والے لوگ شریک ہو کر استفادہ کرتے ہیں۔ یہ اربابِ منبر کا فرض ہے کہ وہ جب منبر پر ایسے مطالب و حقائق بیان کریں جن سے ہر شریک مجلس اپنے ظرف و حوصلہ کے مطابق ان سے استفادہ کر سکے۔ مگر فضائل

ومناقب میں غلو اور مبالغہ آرائی سے اور مصائب میں غلط اور افسانوی روایات سے مکمل اجتناب واجب ولازم ہے تاکہ سامعین کرام کا فائدہ کی بجائے الٹا دینی نقصان وزیاں نہ ہو۔

نیز یہ عبادت دوسری عبادات کی طرح قربۃً الی اللہ پورے خلوص کے ساتھ بجالائی جائے اور مک مکاوہ اور چک چکاوہ (طے کر کے مجلس پڑھنے) سے مکمل اجتناب کیا جائے تاکہ یہ عبادت تجارت نہ بن جائے۔ اسی طرح اس میں سرور وغناء سے بھی اجتناب لازم ہے کیونکہ شریعت مقدسہ میں اس لہو اور ذہنی عیاشی کے لئے جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مگر افسوس کا مقام ہے کہ آج منبر پر ان لوگوں کی اجارہ داری ہے جن کو تاجران خون حسینؑ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ آج منبر پر آنے کا کوئی معیار نہیں، نہ علم کی ضرورت، نہ عمل کی شرط۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اس لئے منبر کی تطہیر لازم ہے تاکہ مقصد شہادتِ حسینؑ کی تکمیل ہو سکے۔ اور اس کے لئے مخلص علماء وخطباء کی اشد ضرورت ہے۔

ہماری قوم محراب کی تطہیر کا تو خیال رکھتی ہے مگر منبر کے تقدس کا اسے خیال نہیں جس کا تقدس محراب سے بڑھ کر ہے۔ ہمارا اختلاف برادران اسلام سے منبر کا ہے محراب کا نہیں ہے۔

۱۹۔ اتحاد واتفاق کی اہمیت وافادیت

ہزار ہا سال کے تجربہ ومشاہدہ سے یہ بات پایہ تکمیل تک پہنچ چکی ہے کہ کسی بھی قوم یا خاندان کی عزت وعظمت اور ترقی کا راز اس کے اتحاد واتفاق میں مضمر ہوتا ہے۔ اور اس کے زوال وبربادی کا راز اس کے انتشار وخلفشار میں پنہاں ہے۔

اس لئے میں اپنی قوم وملت کے افراد کو بالعموم اور اپنی اولاد واحفاد کو بالخصوص وصیت کرتا ہوں کہ وہ کبھی اتفاق واتحاد کا دامن نہ چھوڑیں اور ہر قسم کے اختلاف وافتراق سے حتی الامکان دامن کو بچائیں۔ کیونکہ

ے جس قوم کے افراد میں تنظیم نہیں ہے
وہ قوم کبھی لائق تعظیم نہیں ہے

ارشادِ قدرت ہے

لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ

آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ کمزور پڑ جاؤ گے اور جب کمزور پڑ جاؤ گے تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (یعنی تمہاری عزت وآبرو ختم ہو جائے گی) اس لئے معمولی باتوں کا نوٹس لینا اور بات بات پر لڑنا جھگڑنا قطعاً کوئی دانشمندی نہیں ہے۔

ے بخش دو گر خطا کرے کوئی
نہ کہو گر برا کہے کوئی

کیونکہ

ع درعفولذتے ست کہ در انتقام نیست

۲۰۔ علم وعمل کی اہمیت وفضیلت

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ دنیا میں عزت وعظمت اور آخرت میں فوز وفلاح حاصل کرنے کے لئے علم سے بہتر کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ علم کے فضائل ومحامد سے قرآن وحدیث چھلک رہے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے مسلمانوں کی اکثریت زیورِ علم سے عاری نظر آتی ہے۔ اور پھر جو پڑھے لکھے ہیں ان کی اکثریت عمل سے تہی دامن نظر آتی ہے۔ اور جو عمل کرتے ہیں اُن

کی اکثریت نعمت خلوص سے خالی ہاتھ نظر آتی ہے۔

احادیث اہلبیتؑ میں وارد ہے "الناس کلھم ھلکی الاعالمین و العالمون کلھم علی خطر عظیم" (لؤلؤ والمرجان) یعنی سب لوگ ہالک ہیں سوائے اہل علم کے۔ پھر سب اہل علم ہالک ہیں سوائے عمل کرنے والوں کے پھر سب عمل کرنے والے بھی ہلاک ہو جائیں گے سوائے اخلاص والوں اور یہ مخلص بھی ہر وقت خطرے میں گھرے ہوتے ہیں (ادھر خلوص میں خلل پڑا ادھر ہلاک ہوئے)

اس لئے میں اپنی تمام قوم کے افراد کو بالعموم اور صبح قیامت تک ہونے والی اپنی اولاد و احفاد کو بالخصوص وصیت کرتا ہوں کہ علم حاصل کرنے اور اس پر عمل درآمد کرنے میں ہرگز سہل انگیزی و سست روی سے کام نہ لیں بلکہ میدان عمل میں دوسری اقوام سے سبقت لے جائیں۔

ذاتی طور پر میں (میٹرک کم از کم دنیوی تعلیم کے بعد) دینی تعلیم کو ترجیح دیتا ہوں کہ آدمی مکمل عالم دین و ناشر شرع قویم بنے۔ (اگر دینی و دنیوی تعلیم میں مکمل مہارت حاصل نہ کر سکے تو پھر قرآن خوانی اور ضروری اصولی و فروعی دینی تعلیم کے بعد دنیوی تعلیم حاصل کرے تو ڈاکٹر بنے یا انجینئر وغیرہ جن علوم و فنون کی ملک و ملت کو ضرورت ہے۔ اور ان کی ملک و ملت میں قدر و منزلت بھی ہے۔

۲۱۔ پردہ کی پابندی کی اہمیت

اسلام نے عورت کے پردہ پر بہت زور دیا ہے۔ اور اسے عورت کے لئے سب سے بڑی زینت قرار دی ہے۔ مگر افسوس کہ آج اس خاتون قیامتؑ (جن کا جنازہ رات کو اٹھایا گیا تھا) کی نام لیوا عورتیں پردہ سے کنی

کتراتی ہیں اور عریاں لباس پہن کر لوگوں کو دعوتِ نظارہ دے کر شریعت کا منہ چڑاتی ہیں ۔عورت کی زینت لباس فاخرہ زیب تن کرنے یا سونے چاندی کے اعلیٰ قسم کے زیورات سے مزّین ہونے میں نہیں بلکہ حجاب وحیاء کا لباس پہننے میں ہے ۔

جیسا کہ جناب رسولِؐ خدا نے ایک بار صحابہ کرام کے مجمع میں سوال کیا تھا کہ عورت کی زینت کیا ہے؟ تو کسی نے کوئی جواب دیا اور کسی نے کوئی، اور آنحضرتؐ نے سب جوابات کو ردّ کر دیا تھا ۔ جب جناب خاتونِؑ قیامت کے کانوں میں اس سوال کی بھنک پڑی ۔تو عرض کر بھیجا کہ عورت کی زینت اس بات میں ہے کہ اس کی نظر کسی نامحرم اور کسی نامحرم کی نظر اس پر نہ پڑے ۔

لہٰذا میں اپنی قوم کی مستورات کو بالعموم اور اپنی اولاد میں سے طبقہ اناث کو بالخصوص پردہ کی پابندی کی وصیّت کرتا ہوں ۔ ہاں ہر معاملہ کی طرح اس میں بھی اعتدال کی ضرورت ہے نہ اس قدر سختی اور گھٹن ہو کر عورت کو ٹی بی ہو جائے اور نہ اس قدر نام کا پردہ ہو کہ جس پر ہزار بے پردگی قربان ہو جائے ۔ (پردہ کے مکمل احکام اور اس کی کیفیت میں نے قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ میں لکھ دی ہے وہاں رجوع کیا جائے)

احتیاط واجب اس میں ہے کہ چہرہ کا بھی پردہ کیا جائے ۔ واللہ الہادی

۲۲ ۔کچھ ذاتی تجہیز و تکفین و تدفین کے بارے میں

موت برحق ہے اس میں کوئی شک نہیں:

جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا
جب احمدؐ مرسلؐ نہ رہے کون رہے گا؟

مگر اس کا وقت، مقام اور کیفیت معلوم نہیں ہے، کس وقت بلاوا آجائے،

کہاں آئے (سفر میں آئے یا حضر میں آئے) اور کس طرح آئے، ناگہانی طور پر آجائے (خدا اس سے بچائے) یا کچھ بیماری و تیاری کے بعد (خدا کرے ایسا ہی ہو) طبعی طور پر آئے یا بطور شہادت آئے (رزقنا اللہ سعادۃ الشہادۃ مع الامام المہدی المنتظر علیہ السّلام)

بہرکیف میں نے کفن تیار کر کے رکھا ہوا ہے (جس میں احرام والی دو چادریں بھی شامل ہیں) کفن وہی دیا جائے اور قبر اپنے جامعہ علمیّہ سلطان المدارس الاسلامیہ کی مسجد کے بڑے دروازے کے بائیں جانب خصوصی حجرہ میں بنوا رہا ہوں (جہاں محترم سید افضل حسین شیرازی مرحوم دفن ہیں جو میرے اور مرحوم شیرازی صاحب کے ذاتی خرچہ سے تعمیر کیا گیا ہے اور اس جگہ قبر بنانے کی خصوصی اجازت واقف جناب راجہ ممتاز صاحب مرحوم سے حاصل کر لی گئی تھی) اگر میری وفات پاکستان کے کسی بھی کونہ و گوشہ میں واقع ہو تو غسل و کفن کا انتظام جناب ڈاکٹر ابوالحسن صاحب مرحوم کے تعمیر کردہ امام بارگاہ قصر القائم واقع سیٹلائٹ ٹاؤن کے مُغسّل و مکفن میں کیا جائے اور نماز جنازہ اگر قائد محترم مولانا سید ساجد علی نقوی صاحب یا مولانا حافظ سید ریاض حسین شاہ صاحب نقوی یا مولانا غلام حسن صاحب یا پھر مولانا سید محمد تقی شاہ صاحب نقوی دستیاب ہو سکیں تو ان سے پڑھوائی جائے یا اپنے جامعہ علمیہ کے مدرسین مولانا ملک محمد اشرف صاحب، یا مولانا ظہور حسین خان صاحب یا مولانا نصرت عباس مجاہدی صاحب اور اگر یہ بھی نہ مل سکیں تو پھر کسی اور صحیح العقیدہ شیعہ عالم باعمل سے پڑھوائی جائے۔ حتی الامکان پوری قوم کو باضابطہ اطلاع دی جائے تاکہ وہ جنازہ میں شرکت کر سکیں۔ پھر مذکورہ بالا مقام پر شرعی طریقہ پر دفن کر دیا جائے۔

میں ذاتی طور پر لحد والی قبر کی نسبت شق دار قبر کو بوجہ اس کی مضبوطی کے زیادہ پسند کرتا ہوں ۔

لہٰذا میری قبر شق دار بنائی جائے اور سطح زمین سے صرف چار انگشت یا زیادہ سے زیادہ ایک بالشت بلند رکھی جائے ۔ نیز قبر مسطح (برابر) ہو۔ کوہان دار نہ ہو اس کی سخت کراہت وارد ہے ۔ قبر کے سرہانے سنگ مرمر کا کتبہ نصب کیا جائے اور پھر مجھے رحمت پروردگار کے حوالے کر دیا جائے ۔

فانه نعم المونس والانيس والجالس والجليس

میں اپنے تمام متعلقین ومتوسلین کو بالعموم اور اپنی اولاد واحفاد کو بالخصوص وصیت کرتا ہوں کہ مجھے بھلا نہ دیں بلکہ اپنے قیمتی اوقات میں کچھ فرصت کے لمحات نکال کر گاہ بگاہ میری قبر پر حاضری دیا کریں اور قرآن خوانی ودیگر اعمال صالحہ کا ثواب میری روح کو ایصال واھداء کر کے مجھے شاد کام کیا کریں ۔ ہاں خیال رہے کہ جوشِ محبت وعقیدت میں میری قبر پر کوئی خلاف شرع کام و اقدام نہ کریں ۔

نوٹ: اگر ہو سکے تو ہمیشہ وفات والے دن صحیح مجلس اعزا کا اہتمام کریں جس میں کسی صحیح مجلس پڑھنے والے اہل علم کو بلا کر ایصال ثواب کا اہتمام کریں اور اگر اس کی بجائے مدرسہ کے سالانہ جلسہ کی ایک نشست اس مقصد کے لئے متعین کر دی جائے تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ یہ طریقہ کار بہتر ہے ۔

وفات کے سلسلہ میں لوگوں کی آمد ورفت وغیرہ پر اخراجات تو ہوتے ہیں اس سلسلہ میں پانچ رکنی کمیٹی تشکیل دے رہا ہوں جو بذات خود انتظامات کریں گے اور معزز مہمانوں کے خورد ونوش اور رہائش کے انتظامات کریں گے: ۔

۱۔

۲۔

۳۔

۴۔

۵۔

۲۳۔ تقسیم جائیداد: میں نے پاکستان میں علمی فراغت کے بعد ۱۹۵۲ء میں اپنی خالہ زاد سے شادی کی۔ اور ۱۹۵۴ء میں تکمیل علوم کے لئے نجف اشرف چلا گیا۔ وہاں ۱۹۵۴ء میں خداوند عالم نے سب سے پہلے انتہائی فہیم و عقیل اور حسین و جمیل بیٹا عطا فرمایا تھا۔ جس کا نام محمد سبطین رکھا گیا تھا۔ جسے پانچ سال کی عمر میں خالق و مالک نے بطور ذخیرہ آخرت ہم سے لے لیا۔ مرحوم وادی السلام نجف اشرف میں دفن ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے اس کے نعم البدل کا ہر وقت امیدوار ہوں۔

بارہ سال انتظار کے بعد دوسری شادی کمال پور ضلع فیصل آباد کے ایک شریف خاندان میں کی۔ اچھر پہلی بیوی سے خداوند کریم نے بڑی بیٹی عطا فرمائی۔ اور دوسری بیوی سے یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں مرحمت فرمائیں۔ تینوں سلیقہ شعار، فرماں بردار، شرع دین کی پیروکار ہیں۔ جن کے ترتیب وار نام یہ ہیں:۔

۱۔ عزیزہ عصمت بتول (سب سے بڑی بیٹی)
۲۔ عزیزہ عفت بتول (منجھلی)
۳۔ عزیزہ عترت بتول (سب سے چھوٹی)

خداوند کریم ان کو زندہ و سلامت رکھے، حوادثِ روزگار سے محفوظ رکھے۔

اوران کی پاک و پاکیزہ کردار اور علم و عمل کی علمبردار اولاد کو صبح قیامت کے طلوع ہونے تک زندہ و پائندہ و برقرار رکھے ۔ آمین یارب العالمین بجاہ النبیؐ و الہ الطاہرینؑ ۔ اور دو بیویاں ہیں، بڑی کنیز فاطمہ ہیں (جو کہ اب مرحومہ ہو چکی ہیں اور نیو سیٹلائٹ سرگودہا کے قبرستان میں مدفون ہیں ۔

چھوٹی عذرا بتول ہیں خدا اسے زندہ وسلامت رکھے جسے وفات کے بعد میرے ہمراہ دفن کیا جائے گا انشاء اللہ ۔

جائیداد میں ایک کوٹھی ہے 9/296 ۔ بی بمقام سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودہا نقشہ کے مطابق جو ہمراہ لف ہے اور تینوں بیٹیوں کے دستخط ثبت ہیں ۔ تینوں بیٹیوں کو بحصہ مساوی تین حصوں میں تقسیم کر دی ہے ۔ اور عزیزہ عصمت بتول نے اپنا حصہ اپنی چھوٹی بہن عزیزہ عترت بتول کو فروخت کر دیا ہے ۔ اب موجودہ کوٹھی میں ایک حصہ عفت بتول کا اور دو حصے عترت بتول کے ہیں ۔ جن کی نشاندہی کر دی گئی ہے ۔

بنابریں اب عزیزہ عصمت بتول کا اس کوٹھی میں کوئی حصہ نہیں ہے ۔ اس نے بحمدہٖ تعالیٰ اپنے حصے کی رقم سے چٹھہ ٹاؤن لاہور روڈ سرگودہا پر ۱۴ مرلے کی کوٹھی بنوالی ہے ۔

جلالپور جدید ننگیانہ ضلع سرگودہا میں رقبہ (۴) چار مربعے ہیں ۔

بہرحال رقبہ کو اس طرح تقسیم کیا جائے کہ: ۔

: ایک مربعہ جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ اور جامعہ عقیلہ بنی ہاشم کے نام وقف کر دیا گیا ہے (۱۲۰ ایکڑ ایک جگہ پر یکجا ہیں اور پانچ الگ ہیں جن کی نشاندہی کر دی گئی ہے) ۔

باقی تین مربعے رقبہ ہے جو کچھ موگا کے اُس پار ہیں (۲۷۰ کنال)

کھیوٹ نمبر ۲ تینوں بیٹیوں کے نام نوے نوے کنال انتقال کرا دیئے ہیں اور کچھ رقبہ ہوگا کے اس پار ہے ۔ یہ بھی کھیوٹ نمبر ۲ میں ہے ۔اس میں مدرسہ کے ۱۲۰ ایکڑ ہیں (مدرسہ کے باقی پانچ ایکڑ ہسپتال کے پاس ہیں) یہ بھی تینوں بیٹیوں کو برابر دیئے جائیں ۔

اس میں عذرا بتول کے نام پانچ ایکڑ بھی ہیں اور پانچ ایکڑ عزیزم محمد عمار رضا سلمہ اللہ کے نام ہیں بوجوہ علوم دینیہ پڑھنے کے 30 ایکڑ رقبہ جو کہ شہر کے نزدیک ہے ۔کھیوٹ نمبر ۷ میں ہے ۔ اس کو بھی برابر برابر تقسیم کر کے تینوں بیٹیوں کے نام کیا جائے (جبکہ مدرسہ کے پانچ ایکڑ بھی اسی کھیوٹ میں ہیں)

۲۴ ۔کوٹھی اور زمین ہرگز فروخت نہ کی جائے

میں وصیّت کروں گا کہ جب تک کوئی نا قابل برداشت مجبوری پیش نہ آ جائے (خدا نہ کرے) اس وقت تک اس زرعی و سکنی جائیداد کو ہرگز فروخت نہ کیا جائے بلکہ اسے بحال رکھ کر اس سے فائدہ اٹھایا جائے ۔جائیداد فروخت کرنا بدبختی کی علامت ہے ۔اور اس رقم میں برکت نہیں ہوتی بلکہ رائیگاں جاتی ہے ۔

نیز میں اپنی بیٹیوں کو وصیت کروں گا کہ تا زیست اپنی اپنی ماؤں کو عزت اور آبرو کے ساتھ اپنے پاس کوٹھی میں رکھیں تا کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو ۔
باقی جو کچھ جائیداد منقولہ ہے از قسم نقدی یا انشورنس اور بنک بیلنس وغیرہ ۔

میں نے کچھ معقول رقم حکومتی بنک قومی بچت سرگودھا نزد ابراہیم ہسپتال سرگودھا میں جمع کرائی ہوئی ہے ۔اور باقی حساب و کتاب حبیب بنک گل والا برانچ سرگودھا میں جمع ہے جس کی زکوٰۃ اور خمس میں باقاعدہ ادا کرتا رہتا ہوں جس کا حساب میری ذاتی ڈائری میں محفوظ ہے) اس کا 1/8 حصہ میری بیوی

عذرا بتول کو دیا جائے اور باقی ماندہ سب ترکہ تینوں بیٹیوں میں بحصہ مساوی تقسیم کیا جائے اور کچھ فی سبیل اللہ بطور صدقہ و خیرات بھی دیا جائے ۔ بہتر ہے کہ صدقہ جاریہ میں صرف کیا جائے ۔ (افسوس کہ اس وصیت نامہ کے لکھ جانے کے کچھ عرصہ بعد بڑی اہلیہ مرحومہ ہو گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون) ۔

لہٰذا اب یہ حصہ (1/8 صرف عذرا بتول کو ملے گا) باقی جہانیاں شاہ میں بھی میری دو مربعہ زمین تھی جس سے ایک مربعہ اور آٹھ ایکڑ فروخت کر دی گئی ہے اور بقایا سترہ (۱۷) ایکڑ عزیزان گرامی سید غضنفر حسین شاہ و سید مظفر حسین شاہ کے ذمہ ہے ۔ جو رقبہ یا اس کی قیمت ادا کریں گے (انشاء اللہ) وہ بھی جائیداد میں شامل کیا جائے ۔

۲۵ ۔ کچھ اولاد کی شادیوں کے بارے میں

مقام شکر ہے کہ میری تینوں بیٹیاں شادی شدہ ہو چکی ہیں اور اپنے اپنے گھروں میں آباد و شاد ہیں ۔

بڑی بیٹی عزیزہ عصمت بتول کی شادی خانہ آبادی ۲ اپریل ۱۹۸۸ء بمطابق نیمہ شعبان ۱۴۰۸ھ کو بڑے تزک و احتشام کے ساتھ شرع انور کے مطابق عزیزم ڈاکٹر ملک افتخار حسین اعوان سلمہ الرحمٰن سے انجام پائی ۔ خدا مبارک کرے بفضلہٖ تعالیٰ یکے بعد دیگرے دونوں چھوٹی بیٹیوں کی بھی شادیاں خانہ آبادیاں کر دی گئی ہیں ۔

عزیزہ عفت بتول کی شادی ان کے خالہ زاد عزیزم چوہدری طاہر عباس باجوہ آف پاکپتن اور عزیزہ عترت بتول کی شادی عزیزم چوہدری افتخار حسین فیصل آباد سے بڑی شان و شکوہ کے ساتھ کر دی گئی ہیں ۔ اور بحمدہٖ تعالیٰ ساری بیٹیاں صاحب اولاد ہیں اور اپنے اپنے گھروں میں خوش و خرم آباد ہیں ۔

(نہایت افسوس کے ساتھ یہ تلخ حقیقت بیان کی جا رہی ہے کہ میری منجھلی بیٹی بقضاء الہی بیوہ ہوگئی ہے اور بچوں کے ہمراہ میرے ساتھ سرگودہا میں قیام پذیر ہے۔ رضاً بقضائے وتسلیماً لامرہ)

۲۶۔ اخلاق کی اہمیت

اسلام نے آدمی کو انسان بنائے اور انسان کو مسلمان بنانے کے لئے اخلاق حسنہ پر بہت زور دیا ہے۔ بقول شاعر

ے اقبل علی النفس واستکمل فضائلها
فانت بالنفس لا بالجسم انسان

اور حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اکملکم ایماناً احسنکم اخلاقاً

حقیقت یہ ہے کہ اسلام جو پھیلا ہے تو یا اپنی حقانیت کی بنا پر یا پھر سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السّلام کے اخلاق و کردار کی بنا پر۔ لہٰذا میں اپنے تمام متعلقین کو اخلاق حسنہ حاصل کرنے اور اخلاق رذیلہ سے دامن بچانے کی وصیت کرتا ہوں۔ اور تمام فروع دین میں سے واجبات کے ادا کرنے اور محرمات سے دامن بچانے کی وصیت کرتا ہوں۔ جس کا نام شریعت میں تقویٰ ہے جو کہ پورے احکام شرعیہ کی ادائیگی کی غرض و غایت ہے اور جس کا انجام جنت ہے والعاقبة للمتقین

۲۷۔ کچھ اپنے احباب و اعزاء کے متعلق

میں اپنے تمام اہل اسلام و ایمان بھائیوں سے بالعموم اور اپنے رشتہ داروں سے بالخصوص اپیل کروں گا۔ کہ اگر کبھی کسی کو مجھ سے دانستہ یا نادانستہ طور پر کوئی تکلیف پہنچی ہو۔ تو للہ وہ مجھے معاف کر دیں اور میرے حق میں

دعائے خیر کریں۔

ع زآنکہ من بندۂ گنہگارم

شکریہ

احقر محمد حسین النجفی عفی عنہ

۳۰ جون ۲۰۱۴ء

نوٹ نمبر 1: میرا مکمل کفن موجود ہے جس میں میرے احرام حج والی دو چادریں بھی موجود ہیں۔

نوٹ نمبر 2: جہاں تک مجھے یاد ہے میرے ذمہ کوئی نماز یا روزہ یا زکوٰۃ یا خمس یا حج یا کوئی جسمانی و روحانی فریضہ باقی نہیں ہے۔ مین ان فرائض سے سبکدوش ہو چکا ہوں۔ والحمد للہ علی ذلک۔ بس دعا ہے کہ خدائے رحیم و کریم بحق معصومینؑ قبول و منظور فرمائے۔

نوٹ نمبر 3: میں نے جن لوگوں سے وقتاً فوقتاً قرضہ لیا تھا سب ادا کر دیا ہے۔ اب میں نے کسی کا کچھ نہیں دینا۔ ہاں البتہ کچھ لوگوں سے لینا ضرور ہے۔ جیسے ملک محمد علی صدیقی سے دس لاکھ روپیہ لینا ہے۔ اُن سے وصول کیا جائے اور شرعی طریقہ پر اس رقم کو تقسیم کر دیا جائے۔

نوٹ نمبر 4: میری لائبریری میں کچھ لوگوں کی کچھ کتابیں میرے پاس عاریۃً

موجود ہیں جن پر بالعموم یہ عبارت درج ہے "امانت فلاں نزد این حقیری باشد" اس قسم کی کتابوں کو واپس اُن کے مالکوں تک پہنچایا جائے یا ان سے رابطہ قائم کر کے اور اُن سے اجازت حاصل کر کے ان کو مدرسہ کی لائبریری میں افادۂ عمومی کی غرض سے رکھ دیا جائے، لازم ہے۔

نوٹ نمبر 5: میری دینی و مذہبی کتابیں جو ساری عملی و مذہبی زندگی کا سرمایہ و ماحصل ہیں۔ جنہیں میں نے راتوں میں جاگ جاگ کر اور دنوں میں تکلیفیں سہہ سہہ کر بفضلہٖ تعالیٰ لکھا ہے۔ اور جنہیں خالق و مالک نے بطفیل سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام قبول عام کی سندِ دوام عطا فرمائی ہے۔ اور جن کی ہر چہار دانگِ عالم مانگ ہے۔ جو روز بروز بڑھ رہی ہے جن کی وجہ سے حقائق کھل رہے ہیں، باطل کے بادل چھٹ رہے ہیں، غلط پروپیگنڈے کے پردے پھٹ رہے ہیں اور حق وصداقت کی پَو پھٹ رہی ہے۔ جو کہ اسلامیات کے تمام موضوعات پر موجود ہیں اور جن کی جلدوں کی تعداد پچاس ساٹھ ہے۔ ان کی بہترین طباعت واشاعت اور دیدہ زیب کتابت کا خصوصی اہتمام کیا جائے تاکہ یہ گنج گران مایہ شائقین کے مشتاق ہاتھوں تک بآسانی پہنچتا رہے اور لاگت کے مطابق کم از کم قیمت مقرر کی جائے۔

نیز میری کتابوں کے انگلش، عربی اور فارسی میں ترجمے کا اہتمام بھی کیا جائے جو کہ بفضلہٖ تعالیٰ شروع ہو چکا ہے۔ مثلاً احسن الفوائد کا انگلش میں ترجمہ مکمل ہو گیا ہے۔ عربی میں احسن الفوائد اور اصول الشریعہ کا ترجمہ ہو رہا ہے اور فارسی میں۔ ان کے علاوہ سعادۃ الدارین اور تجلیات صداقت کا بھی ہو رہا ہے۔ الحمدللہ

نوٹ نمبر 6: جلالپور جدید ننگیانہ میں کل رقبہ چار مربعہ ہے۔ جس میں سے

ایک مربعہ برائے ذخیرہ آخرت مدرسہ سلطان المدارس الاسلامیہ اور جامعہ عقیلہ بنی ہاشم کے نام منتقل کروادیا ہے ۔ جو کہ ۲۰ ایکڑ کھیوٹ نمبر ۲ میں ہے اور پانچ ایکڑ کھیوٹ نمبر ۷ میں ہسپتال کے پاس ہے ۔ اور تین مربعے تینوں بیٹیوں کے ہیں اور پانچ ایکڑ عذرا بتول کے نام ۔

میں وصیت کروں گا کہ بیگم عذرا بتول کی وفات کے بعد یہ پانچ ایکڑ رقبہ اُن کی دونوں صلبی بیٹیوں کو بحصہ مساوی دے دیا جائے ۔ اس طرح اڑھائی ایکڑ عصمت بتول کا حق بنتا ہے اور مزید اڑھائی ایکڑ ملا کر پورے پانچ ایکڑ عزیزم محمد عمار رضا کے نام کر دیے ہیں ۔

نیز پانچ ایکڑ رقبہ کا انتقال بعض قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے کچا ہے مگر قبضہ پکا ہے (ہسپتال کے پاس) ۔ جب یہ خامی دور ہو جائے گی تو پھر مدرسہ کے نام ہے ۔

نوٹ نمبر 7: الحمد للہ میری تینوں بیٹیوں سے چھ نواسے اور سات نواسیاں ہیں ۔ خدا اُن کو زندہ وسلامت رکھے اور ان کا مستقبل روشن فرمائے ۔ میرا بڑا نواسہ عزیزم محمد عمار رضا سلمہ اللہ ہے ۔ جو ایف ایس سی کر کے دینی تعلیم حاصل کر رہا ہے ۔ بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ وہ اُسے میرے علم و عمل کا وارث بنائے بلکہ اُسے مجھ سے بھی بڑھائے ۔ انشاء اللہ

نوٹ نمبر 8: کچھ عرصہ پہلے ایک میٹنگ میں، میں نے کہا تھا کہ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو میرے بعد مدرسہ کا سربراہ فلاں صاحب ہوگا اور ان کے بعد فلاں ۔

مگر آج میں اس میں یہ ترمیم کرتا ہوں کہ میرا نواسہ عزیزم محمد عمار رضا سلمہ اللہ تعالیٰ چونکہ ایف ایس سی کرنے کے بعد دینی تعلیم حاصل کر رہا ہے اور بڑی تیزی سے منازلِ ترقی طے کر رہا ہے اور اس وقت حوزہ علمیہ قم مقدسہ

ایران میں زیر تعلیم ہے اور تکمیل نجف اشرف میں کرنی ہے ۔ لہٰذا بفضلہٖ وہ جب نجف اشرف عراق سے فاضلِ عراق کی سند لے کر واپس آجائے گا تو وہ جامعہ ھٰذا کا پرنسپل و متولی اور سربراہ ہوگا ۔ میرے اسباط و احفاد مین سے جو متدین عالم و فاضل ہوگا وہ سربراہ مدرسہ بننے میں دوسروں پر مقدم ہوگا ۔ ورنہ کوئی بھی متدین متورع شیعہ جید عالم دین سربراہ ہوگا ۔ انشاء اللہ

میں یہ وصیت بحیثیت متولی ہونے کے مدرسہ کے مفاد میں کر رہا ہوں تا کہ یہ سلسلہ جلیلہ قیام قیامت تک جاری رہے ۔ واللہ من وراء القصد

نیز آئندہ بھی جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ اور جامعہ عقیلہ بنی ہاشم کا انتظام و انصرام پرنسپل کریں گے ۔ مگر دس رکنی ٹرسٹی حضرات کے تعاون اور مشورہ سے ۔ فی الحال ان حضرات کے نام یہ ہیں : ۔

۱ ۔ یہ احقر محمد حسین النجفی عفی عنہ

۲ ۔ عزیزم ڈاکٹر ملک افتخار حسین اعوان

۳ ۔ الحاج سید غضنفر حسین شاہ آف جہانیاں شاہ

۴ ۔ چوہدری غضنفر علی باجوہ

۵ ۔ الحاج ملک محمد محسن علی صاحب سرگودہا

۶ ۔ الحاج ملک احسان اللہ صاحب سرگودہا

ان ٹرسٹی حضرات کی ہر تین ماہ بعد میٹنگ ہونی چاہئے تا کہ انتظامی امور پر غور ہو سکے اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا ۔ اور ہمیشہ صحیح العقیدہ مومن اور باکردار حضرات کو اس عہدہ کے لئے منتخب کیا جائے گا جو عبادت اور سعادت سمجھ کر یہ فریضہ ادا کرتے رہیں گے ۔

مخفی نہ رہے کہ حالات و ظروف کے مطابق ٹرسٹی حضرات کی تعدا کو بڑھایا

جاسکتا ہے۔مگر پانچ سے کم نہ ہوں تو بہتر ہے۔واللہ الموافق

نوٹ نمبر 9: اگرچہ جامعہ علمیہ عقیلہ بنی ہاشم کی عمارت مکمل ہو چکی تھی مگر میں نے ایثار سے کام لیتے ہوئے مولانا ظہور حسین خان کے مدرسہ جامعۃ الزہرا کو ترجیح دیتے ہوئے اس کا افتتاح کیا اور جامعہ عقیلہ بنی ہاشم کا افتتاح ملتوی کر دیا۔مگر بفضلہٖ دختران ملت میں روز بروز دینی تعلیم حاصل کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

لہٰذا اگر تعداد بڑھ جائے اور جامعۃ الزہرا متحمل نہ ہو تو پھر عقیلہ بنی ہاشم کا آغاز کر دیا جائے۔اور گو اس کی آمد و خرچ اور چلانے کا اہتمام جامعہ سلطان المدارس کا پرنسپل ہی ٹرسٹی حضرات کے تعاون اور مشورے سے کرے گا مگر اس کی بست و کشاد ہیڈ معلمہ اور دیگر متعلقہ مستورات کریں گی۔

حتی الامکان مردوں کے دخل و عمل سے اسے آزاد رکھا جائے۔حتیٰ کہ باورچن بھی عورت ہوگی۔ہاں البتہ اگر چوکیدار کوئی بوڑھا اور دیندار مرد ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بہرحال لڑکیوں کے مدرسہ کی حفاظت و حراست کا خاص اہتمام لازم ہے۔اگر میری منجھلی بیٹی عفت بتول عربی کی تعلیم حاصل کرے تو وہ ورنہ عزیزم عمار رضا سلمہ اللہ کی اہلیہ ماریہ بتول جو کہ قم میں عربی کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں وہ اس جامعہ کی نگران اور ہیڈ معلمہ ہوں گی۔

نوٹ نمبر 10: دونوں مدرسوں کے ذرائع آمدن واجبی رقوم از قسم زکوٰۃ و خمس وغیرہ کے علاوہ مستحبی صدقات و خیرات اور عطیات سے ہوں گے۔جن کی وصولی یعنی آمدن اور خرچ کا باقاعدہ پوری احتیاط کے ساتھ ریکارڈ رکھا جائے گا اور مدرسین کی ترقی و ترویج کے لئے مناسب مدات پر روپیہ صرف کیا جائے گا۔

رقم بینک میں رکھی جائے گی اور بہتر یہ ہے کہ مدرسہ کے پرنسپل اور ٹرسٹ کے صدر کے مشترکہ دستخطوں سے نکلوائی جائے اور پھر صرف کی جائے۔ واللہ من وراء القصد

علاوہ برایں جامعتین کی مستقل آمدنی بصورت وقف بھی موجود ہے۔

۱۔ ایک مربعہ زمین وہ ہے جو کہ میں نے بعونہ تعالیٰ وقف کیا ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے جو کہ جلال پور جدید ننگیانہ میں موجود ہے۔

۲۔ آدھا مربعہ (ساڑھے بارہ ایکڑ) وہ زمین ہے جو جناب الحاج احمد خان رئیس آف مچھر کھادی نے وقف کی ہے اور مدرسہ کے نام منتقل ہو چکی ہے اور اس کی آمدنی آ رہی ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء

۳۔ پانچ ایکڑ زمین موضع محمد علی والا ضلع سرگودھا میں ہے جو جناب ناصر خان نے وقف کی ہے، اور مدرسہ کے نام انتقال ہو چکا ہے اور مختصر آمدنی آ رہی ہے۔ جزاہ اللہ خیراً

۴۔ علاوہ برایں بہتر ہے کہ اس قدر مستقل ممبر سازی کی جائے تا کہ دونوں مدرسوں کا ماہانہ خرچ نکل سکے اور یہ بہترین طریقہ کار ہے۔ مگر خیال رہے کہ ممبر مخلص مومن اور مستقل مزاج ہوں جو بخوشی یہ مالی قربانی ہر ماہ پیش کر سکیں۔ بفضلہ تعالیٰ ممبر سازی کا یہ سلسلہ شروع ہو گیا ہے کہ پہلے مرحلہ میں پانچ پانچ سو والے ممبر بنائے جا رہے ہیں بعد ازاں زیادہ والے اور یہ سب مجلس مشاورت کے رکن ہوں گے۔ انشاء اللہ

نوٹ نمبر 11: جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ کی جانب سے ایک علمی ماہنامہ "دقائق اسلام" جاری ہے۔ جو کہ ہر ماہ قوم کو علمی مضامین و معلومات کا ذخیرہ مہیا کرتا ہے۔

اس کے چند ابواب میری کتابوں اور میرے قلم سے ہوتے ہیں ۔جیسے (۱) باب العقائد (۲) باب الاعمال (۳) باب التفسیر (۴) باب الحدیث اور (۵) باب المسائل اور ایک باب المتفرقات دوسرے ارباب علم وقلم کے علمی مضامین پر مشتمل ہوتا ہے ۔جس کے مدیر محترم مولانا گلزار حسین محمدی صاحب ہیں ۔اس ماہنامہ کو میری وفات کے بعد بھی جاری رکھا جائے اور سلیقہ سے ان ابواب کو میری کتابوں سے مرتب کیا جائے اور دیگر علمی مضامین سے قوم کی تربیت کی جائے اور اہل ایمان کی علمی پیاس بجھائی جائے ۔

اس کا نفع ونقصان مدرسہ کا متصور ہوگا ۔یہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہے بلکہ مدرسہ کا ایک شعبہ ہے ۔

نوٹ نمبر 12: میں نے بڑے غور وفکر کے بعد جامعہ علمیہ کے تحت دارالتصنیف والتالیف وترجمہ اور دارالتبلیغ کا اہتمام کیا ہے ۔(گو ہنوز اجراء نہیں ہوا) تاکہ حالات حاضرہ کے تحت مختلف اسلامی موضوعات پر کئی کتابیں تصنیف وتالیف کی جائیں اور بعض کے ترجمے کئے جائیں ۔اور جامعہ کی طرف سے مفت تبلیغ دین اور نشر حقائق شرع متین کا فریضہ ادا کیا جائے ۔انشاء اللہ

نوٹ نمبر 13: میری تمام لکھی ہوئی کتابوں کی نشر واشاعت کا اہتمام جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودہا کی جانب سے کیا جائے گا اور ان کتابوں کی طباعت اور رائلٹی سے جو آمدن ہوگی وہ مدرسہ کے مصارف میں صَرف کی جائے گی تاکہ یہ صدقہ جاریہ کے طور پر جاری وساری رہے اور میرے درجات میں اضافہ کا باعث بنے ۔انشاء اللہ

اس کام کے نگران پرنسپل صاحب ہوں گے اور طباعت کی عمدگی اور صحت کا اور قیمت کے معتدل ہونے کا خاص خیال رکھا جائے ۔

نوٹ نمبر 14: اگر عزیزم عمار رضا کو کبھی مالی تنگی کا سامنا ہو (خدا نہ کرے) تو پھر وہ میری کتابیں چھپوا سکتے ہیں اور رائلٹی بھی لے سکتے ہیں۔ بہرحال کتابیں مارکیٹ میں موجود رہنی چاہئیں۔ اسی طرح اگر میرے نواسوں نواسیوں میں سے کوئی تنگدست ہو (خدا نہ کرے) تو وہ بھی میری کتابیں چھپوا سکتا ہے اور فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ لیکن عمومی طور پر یہ حق جامعہ کو ہی حاصل رہے گا۔ انشاء اللہ

احقر محمد حسین النجفی عفی عنہ سرگودہا

آخری بار یکم جولائی ۲۰۱۴ء

آخری مرتبہ نظر ثانی کی گئی: مؤرخہ ۲۲ فروری ۲۰۱۹ء بروز جمعۃ المبارک